Publisher: Faculty of Arabic & Islamic Studies
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Website: https://ojs.aiou.edu.pk/index.php/jmi
Vol.25 Issue: 01 (Junary – June 2026)
Date of Publication: 30- JUNE 2026
HEC Category, **Y**: (2026-2027)

eISSN: 2664-0171
pISSN: 1992-8556

معارفِ اسلامی

Article	مسلمان خواتین کی فطری ذمہ داریوں پر فیمنسٹ تھیالوجسٹ آمنہ ودود کے اشکالات کا نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں تنقیدی جائزہ *"A Critical Analysis of the Objections of Feminist Theologian Amina Wadud Regarding the Natural Responsibilities of Muslim Women in the Light of Islamic Texts"*
Authors & Affiliations	**Dr. Maryam Noreen** Lecturer (Islamic Studies)Govt Girls Degree College Nowshera KPK Email: maryamnoreenedu@gmail.com ORIC ID: 0009-0009-6487-1941
Dates	***Received :*** 28-4-2026 ***Accepted:*** 28-5-2026 ***Published:*** 30-06-2026
Page	***112-131***
Citation	
Copyright Information	مسلمان خواتین کی فطری ذمہ داریوں پر فیمنسٹ تھیالوجسٹ آمنہ ودود کے اشکالات کا نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں تنقیدی جائزہ *"A Critical Analysis of the Objections of Feminist Theologian Amina Wadud Regarding the Natural Responsibilities of Muslim Women in the Light of Islamic Texts"*
Publisher Information	Faculty of Arabic & Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan https://aiou.edu.pk/

Indexing & Abstracting Agencies

IRI(AIOU)	HJRS(HEC)	Tehqiqat	Asian Indexing	Research Bib	Atla RDB	SIS

مسلمان خواتین کی فطری ذمہ داریوں پر فیمنسٹ تھیالوجسٹ آمنہ ودود کے اشکالات کا نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں تنقیدی جائزہ

"A Critical Analysis of the Objections of Feminist Theologian Amina Wadud Regarding the Natural Responsibilities of Muslim Women in the Light of Islamic Texts"

Absract:

In Islamic thought, the relationship between men and women and the determination of their responsibilities are established through divine revelation within a balanced and natural framework. This system aims to preserve the purpose of human creation, ensure moral development, and maintain social stability. Women's roles, therefore, are understood not as limitations but as a divinely guided division of responsibilities that sustains societal harmony. In modern feminist theology, this framework has been critically examined, particularly in the works of Amina Wadud. Her approach to the Qur'an is based on a specific notion of gender equality, leading to reinterpretations of certain scriptural texts and traditional understandings. This raises important intellectual questions regarding women's natural roles, as such interpretations often shift from classical exegesis, principles of Islamic jurisprudence, and established scholarly consensus toward more interpretive readings. The Qur'anic and Prophetic discourse recognizes women as dignified individuals with a defined role in family structure, social stability, and moral upbringing. A critical analysis of these discussions, grounded in Islamic texts and classical interpretive principles, demonstrates that gender-based responsibilities are not merely social constructs but part of a divinely ordained system ensuring balance in human life.

Keywords: Amina Wadud, Qur'anic interpretation, gender equality, feminist theology.

تمہید(Introduction)

عصرِ حاضر ایک ایسے فکری تغیر کا نمائندہ ہے جس میں انسانی زندگی کے فکری، اخلاقی اور سماجی تصورات مسلسل نئی تعبیرات کے زیرِ اثر ہیں۔ بالخصوص عورت کے مقام، اس کے حقوق اور اس کی ذمہ داریوں کے حوالے سے عالمی سطح پر ایک وسیع اور پیچیدہ علمی مکالمہ جاری ہے، جس نے مذہبی متون کی قرأت اور تفہیم کو بھی نئے سوالات سے دوچار کیا ہے۔ مسلم فکری روایت میں بھی اسی تناظر میں بعض جدید مفکرین نے اسلامی نصوص کو عصری فکری سانچوں کے مطابق سمجھنے کی کوشش کی ہے، جن میں آمنہ ودود ایک نمایاں نام کے طور پر سامنے آتی ہیں۔

آمنہ ودود[1] معاصر مسلم فیمنسٹ فکر کی ایک اہم شخصیت ہیں جنھوں نے قرآنِ کریم کی تعبیر میں صنفی مساوات (gender equality) کو مرکزی اصول کے طور پر اختیار کیا ہے۔ ان کے نزدیک دینی نصوص کی تفہیم کو روایتی فقہی یا تفسیری دائرے تک محدود رکھنے کے بجائے اسے تاریخی، سماجی اور ثقافتی سیاق میں از سرِ نو سمجھنا ضروری ہے، تاکہ مرد و عورت کے درمیان مکمل مساوات کا تصور عملی طور پر واضح کیا جا سکے۔ اسی فکری منہج کے تحت وہ بعض کلاسیکی تفاسیر اور فقہی آراء پر سوالات اٹھاتی ہیں، بالخصوص عورت کی فطری ذمہ داریوں، قوامیت کے تصور اور خاندانی نظام میں اس کے کردار کے حوالے سے نئے زاویہ ہائے نظر پیش کرتی ہیں۔

اسلامی تعلیمات کے تناظر میں یہ امر مسلم ہے کہ عورت کو ایک باوقار انسانی وجود کے طور پر وہ مقام عطا کیا گیا ہے جو انسانی تاریخ میں ایک انقلابی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن و سنت نے عورت کو ماں، بیٹی اور زوجہ کے طور پر حقوق عطا کیے اور اس کے ساتھ ایک متوازن ذمہ داریوں کا نظام بھی قائم کیا، جس میں فرد اور معاشرہ دونوں کی فلاح پنہاں ہے:

وجاء الإسلام ليعطي للمرأة حقوقها الكاملة، ويكرمها، ويرفع من مكانتها ويتضح ذلك مما يلي:

أعلن المساواة الكاملة بين المرأة والرجل في الإنسانية والإيمان[2]

"اسلام اس لیے آیا کہ عورت کو اس کے مکمل حقوق عطا کرے، اسے عزت و تکریم بخشے اور اس کے مقام کو بلند کرے۔ اور اس کا اظہار درج ذیل امور سے ہوتا ہے: اسلام نے انسانیت اور ایمان کے اعتبار سے عورت اور مرد کے درمیان مکمل مساوات کا اعلان کیا ہے۔"

تاہم جدید فیمنسٹ بیانیہ بعض اوقات مساواتِ مطلق کے تصور کو بنیاد بنا کر فطری تفاوت اور ذمہ داریوں کی تقسیم کو مسئلہ بنا دیتا ہے، جس کے نتیجے میں خاندانی نظام اور مادری کردار جیسے بنیادی تصورات پر سوالات اٹھائے جاتے ہیں۔

اسی فکری پس منظر میں یہ تحقیق ان اشکالات کا علمی جائزہ لینے کی ایک سنجیدہ علمی کوشش ہے جو آمنہ ودود عورت کی فطری ذمہ داریوں، مرد و زن کے درمیان تقسیمِ کار اور قوامیت جیسے قرآنی تصورات کے بارے میں پیش کرتی ہیں۔ اس بحث کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ اسلامی نظامِ فکر میں صنفی ذمہ داریوں کو کسی امتیاز یا محرومی کے بجائے ایک حکیمانہ تقسیمِ کار کے طور پر سمجھا جاتا ہے، جو انسانی معاشرت کے توازن اور اخلاقی استحکام کی ضامن ہے۔

تعارف:

مرد و عورت انسانی معاشرے کے دو ایسے بنیادی اور ناگزیر ستون ہیں جن کے بغیر اجتماعی زندگی کا تصور ادھورا اور غیر متوازن رہتا ہے۔ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ احترام و تکریم کے مستحق ہیں، تاہم یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ انسانی تہذیب و تمدن کی رنگینی، جذباتی لطافت اور اخلاقی نرمی میں عورت کا کردار نہایت مرکزی اور مؤثر رہا ہے۔ اس کے بغیر حیاتِ انسانی کی تصویر ایک غیر مکمل خاکے کی مانند محسوس ہوتی ہے، جس میں نہ وہ جذباتی حرارت باقی رہتی ہے اور نہ ہی وہ جمالیاتی توازن جو زندگی کو معنویت عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو تخلیق فرما کر اسے حیا، عفت اور وقار کی چادر سے مزین کر کے شرافت اور اخلاقی بلندی کا مجسم نمونہ بنایا۔ اسی تخلیقی حکمت کے تحت عورت کا وجود گھر، خاندان اور معاشرتی ساخت میں ایک نرم، تربیتی اور توازن بخش عنصر کے طور پر ظاہر ہے، جو انسانی رشتوں میں محبت، سکون اور استحکام کا سبب ہے۔

تاہم تاریخ کے اوراق اس حقیقت کے شاہد ہیں کہ مختلف ادوار اور تہذیبوں میں عورت کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک بھی روا رکھا گیا۔ بعض معاشروں میں اسے تفریح اور لہو و لعب کا ذریعہ سمجھا گیا، کہیں اسے ظلم و استحصال کا نشانہ بنایا گیا، اور کہیں اس کی حیثیت محض ایک تجارتی یا سماجی شے تک محدود کر دی گئی۔ قدیم یونان میں عورت کی عزت و وقار کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کی خرید و فروخت کا تصور پایا جاتا تھا[3]، مصر میں بعض مذہبی و سماجی رسوم کے تحت اس کی قربانی جیسے افعال بھی ملتے ہیں، جبکہ جزیرہ نما عرب میں دورِ جاہلیت کے اندر بچیوں کو زندہ در گور کرنے کا دردناک رواج بھی تاریخ کا حصہ ہے[4]۔ اسی طرح بعض دیگر تہذیبوں میں بھی عورت کو شدید سماجی و قانونی ناہمواریوں کا سامنا رہا۔

ان تمام تاریخی مظالم کے برعکس ساتویں صدی عیسوی میں اسلام کی آمد نے عورت کے مقام و مرتبے میں ایک ہمہ گیر اور انقلابی تبدیلی پیدا کی۔ نبی کریم ﷺ نے عورت کو ایک مکمل انسانی شخصیت کے طور پر متعارف کروایا اور اسے ماں، بیٹی، بہن، زوجہ اور بہو ہر حیثیت میں واضح حقوق اور ذمہ داریاں عطا فرمائیں۔ اسلام نے عورت کو شمعِ محفل کے استحصال سے نکال کر شمعِ خانہ کی حیثیت میں عزت، تحفظ اور وقار کے ساتھ ایک ایسا مقام عطا کیا جو اس کے فطری دائرۂ عمل کے مطابق بھی ہے اور معاشرتی استحکام کا ضامن بھی ہے۔

سابقہ تحقیقات کا جائزہ:

یہ مسئلہ بنیادی طور پر حقوقِ نسواں کی اس فکری بحث سے متعلق ہے جس نے بیسویں صدی میں نمایاں وسعت اختیار کی اور "فیمنزم اور اسلام" کے عنوان سے ایک وسیع لٹریچر کو جنم دیا۔ اس لٹریچر میں مغربی مفکرین اور مغرب سے متاثر مسلم اہلِ قلم کی تصانیف غالب ہیں، جو عمومی طور پر روایت پسند مذہبی تصورات پر تنقید کرتے ہوئے سیکولرازم کو خواتین کی آزادی کا ذریعہ قرار دیتی ہیں۔ اس ضمن میں قاسم امین کی "تحریر المرأة" اور "المرأة الجديدة"، ایران کے رسائل "زنان" اور "زنِ زور"، اور ہدیٰ شعراوی کا "مصریہ" قابلِ ذکر ہیں۔

اس کے بالمقابل مسلم علماء نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس فکری چیلنج کا جواب دینے کی کوشش کی، جن میں محمد قطب کی "شبہات حول الاسلام"، طٰہٰ حسین کی "مستقبل الثقافۃ فی مصر"، ابوالحسن علی ندوی کی "مسلم ممالک میں اسلام اور مغربیت کی کشمکش"، اور ڈاکٹر گجر کشمیری کی "سیکولرازم: اصول و مبادی" شامل ہیں، اگرچہ ان میں عورت کے مسئلے کو جزوی حیثیت حاصل رہی۔ اسی طرح بعض تصانیف نے عورت کو تہذیبی تصادم کے مرکزی موضوع کے طور پر پیش کیا، جیسے "المرأۃ المسلمۃ"، "پردہ"، "پاکستانی عورت دوراہے پر"، "عورت معمارِ انسانیت"، "معاشرہ میں عورت کی مشکلات اور ان کا اسلامی حل"، اور "جدید تحریک نسواں اور اسلام"۔

عصرِ حاضر میں جدید علمی چیلنجز کے جواب میں لکھی جانے والی کتب، جیسے "علم جدید کا چیلنج"، "قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل"، اور "قرآن اور علمِ جدید"، اگرچہ اہم ہیں، مگر عورت کے مخصوص مسائل پر مکمل رہنمائی فراہم نہیں کرتیں۔ دوسری جانب مغربی و معاصر مسلم فیمنسٹ لٹریچر، جیسے آمنہ ودود کی "Qur'an and Woman"، فاطمہ مرنیسی کی "Women and Islam"، اسریٰ نعمانی کی "Standing Alone in Mecca"، اور "Kadınlar"، اسلامی متون کی نئی تعبیر پیش کرتے ہوئے ایک فکری چیلنج کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

چنانچہ معاصر مسلم فکر میں تعبیرِ نو کا رجحان نمایاں ہے، جس کے پیشِ نظر اسلامی نصوص اور عورت کے مقام سے متعلق مباحث کا سنجیدہ، متوازن اور اصولی تجزیہ ناگزیر ہے، اسی تسلسل میں مقالہ نگار (ڈاکٹر مریم نورین) نے ایم فل سطح پر آمنہ ودود کے افکار کا تنقیدی جائزہ پیش کیا، جبکہ پی ایچ ڈی میں "تانیثی الہیات اور ادیانِ ثلاثہ کی تعبیرات" کا تحقیقی مطالعہ انجام دیا۔

سوالاتِ تحقیق:

اس تحقیق کے بنیادی سوالات یہ ہیں:

1. آمنہ ودود کا منہجِ تفسیر کیا ہے، اور وہ کن اصولوں کی بنیاد پر قرآنی نصوص کو صنفی مساوات کے تناظر میں دوبارہ تعبیر کرتی ہیں؟
2. کیا قرآن و سنت میں عورت کی فطری ذمہ داریوں، خصوصاً مادری کردار (motherhood) کے حوالے سے کوئی واضح یا ضمنی رہنمائی موجود ہے؟
3. کیا عورت کی ذمہ داریوں کو محض سماجی تشکیل (social construct) قرار دینا اسلامی نصوص کے مجموعی مزاج کے مطابق ہے یا اس سے متصادم؟
4. قرآن و سنت کی روشنی میں مرد و عورت کے درمیان تقسیمِ کار (division of roles) کی نوعیت کیا ہے، اور اس کی بنیاد مساوات ہے یا حکیمانہ تفاوت؟
5. اسلامی خاندانی نظام میں عورت کے فطری کردار کو نظرانداز کرنے کے معاشرتی اور اخلاقی اثرات کیا ہو سکتے ہیں؟

منہجِ تحقیق:

یہ تحقیق بنیادی طور پر **معیاری** (Qualitative) نوعیت کی ہے، جس میں تنقیدی (critical) اور تقابلی (comparative) منہج اختیار کیا گیا ہے۔اس تحقیق کا مقصد آمنہ ودود کے پیش کردہ افکار اور اشکالات کو اسلامی نصوصِ شرعیہ اور کلاسیکی علمی روایت کی روشنی میں پرکھنا ہے۔

عورت کی فطری ذمہ داریاں:

عورت کی فطری ذمہ داریوں کے تعین سے قبل یہ حقیقت ذہن میں رہنی چاہیے کہ اسلامی تصورِ انسان میں مرد و عورت دونوں کو ایک ہی اصلِ انسانی سے پیدا کیا گیا ہے[5]اور دونوں کو عزت، تکریم اور ذمہ داری کے دائرۂ کار میں ایک باوقار مقام عطا کیا گیا ہے۔ اسلام کسی بھی سطح پر عورت کو ثانوی وجود کے طور پر پیش نہیں کرتا، بلکہ اسے ایک مکمل انسانی شخصیت کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے اس کے حقوق اور ذمہ داریوں کو اس کی فطری ساخت، جسمانی مزاج، جذباتی کیفیات اور اجتماعی کردار کے ساتھ ہم آہنگ کر کے متعین کرتا ہے۔ یہی وہ بنیادی اصول ہے جس پر اسلامی نظامِ فکر میں صنفی ذمہ داریوں کی پوری عمارت قائم ہے۔

قرآن و سنت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عورت کی تخلیق ایک حکیمانہ الٰہی منصوبے کا حصہ ہے، جس میں اس کی فطری خصوصیات کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ اسی بنا پر اسلامی مآخذ میں عورت کی جبلت اور فطرت کو اس کے کردار کی تعیین میں بنیادی حیثیت حاصل ہے، جیسا کہ اس کی فطری نزاکت، جمالیاتی ذوق اور جذباتی توازن اس کے مخصوص دائرۂ عمل کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی تناظر میں بعض اہلِ علم نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عورت کی فطرت میں نرمی، حسنِ ذوق اور زینت کی طرف میلان ایک طبعی حقیقت ہے، جو اس کی ذمہ داریوں کے تعین میں معاون بنتی ہے۔ اسی طرح قرآنِ کریم نے عورت کو ایمان اور عمل کے میدان میں مرد کے ساتھ برابر کی شریک قرار دیا ہے:

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ-يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗؕ اُولٰٓىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ[6]

"اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار و معاون ہیں؛ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ جلد اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔ بلاشبہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔"

یعنی خیر کی دعوت، اصلاحِ معاشرہ اور برائی سے روکنے کی اجتماعی ذمہ داری میں عورت بھی مرد کی طرح شریک ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسلامی نظام میں ذمہ داریوں کی بنیاد صلاحیت اور دائرۂ عمل ہے، تاہم اس دائرے کی تعیین میں فطری فرق کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔

اسلامی تعلیمات نے عورت کے لیے معاشرتی حدود کو اس انداز میں متعین کیا ہے کہ وہ اس کی فطرت کے مطابق ہوں اور اس کے تحفظ، وقار اور سماجی توازن کا ذریعہ بھی بنیں۔ اس سلسلے میں یہ اصولی نکتہ بھی اہم ہے کہ اسلام نے عورت کے فطری رجحانات کی نفی نہیں کی بلکہ انہیں ایک منضبط اور باوقار دائرے میں رکھنے کے لیے ضوابط مقرر کیے، تاکہ اس کی شخصیت تحفظ اور وقار کے

ساتھ معاشرے میں اپنا کردار ادا کر سکے۔ لیکن اس کے باوجود معاصر اذہان ان بنیادی تصورات کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور اپنے ناقص عقل کی بنیاد پر اسلام میں عورت کے مقام پر سطحی اور غیر منطقی اشکالات کرتے ہیں۔

پہلا اشکال: آمنہ ودود عورت کی فطری ذمہ داریوں پر پہلا اشکال عورت کی خاص پہچان "ماں بننے" پر کرتی ہیں کہ قرآنِ مجید میں ایسا کوئی واضح اصطلاحی یا نصی اشارہ موجود نہیں ہے جو یہ ثابت کرے کہ عورت کا بنیادی یا خصوصی کردار صرف ماں بننا اور بچوں کو جنم دینا ہے:

"There is no term in the Quran which indicates that child bearing is primary to a womam.Although it does not restrict the female to functioning as a mother."[7]

"قرآن مجید میں ایسی کوئی اصطلاح موجود نہیں ہے جو اس بات کی نشاندہی کرے کہ بچے کو جنم دینا عورت کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ البتہ قرآن عورت کو ماں کے کردار ادا کرنے سے روکتا بھی نہیں ہے۔"

ان کے مطابق قرآن عورت کو کسی ایک مخصوص حیاتیاتی یا سماجی کردار تک محدود نہیں کرتا، بلکہ اسے ایک مکمل انسانی وجود کے طور پر پیش کرتا ہے جو مختلف میدانوں میں اپنی صلاحیتیں استعمال کر سکتی ہے۔اس اشکال کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ آمنہ ودود کے نزدیک عورت کی شناخت کو صرف تولیدِ نسل (child bearing) تک محدود کرنا قرآن کے مجموعی تصورِ انسانیت کے خلاف ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتی ہیں کہ قرآن میں مرد اور عورت دونوں کو "انسان" کے طور پر مخاطب کیا گیا ہے اور ذمہ داریوں کی بنیاد جنس کے بجائے تقویٰ، صلاحیت اور اخلاقی کردار پر رکھی گئی ہے۔اس لیے ان کے مطابق ماں بننا عورت کا فطری یا ممکنہ کردار تو ہے، مگر اسے اس کی "بنیادی اور لازمی پہچان" قرار دینا قرآن کے عمومی پیغام سے ہم آہنگ نہیں۔

تنقیدی جائزہ:

اسلام ظاہر و باطن دونوں طرح کی پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، اسی لیے اس نے انسانی تعلقات کو ایک منظم اور پاکیزہ دائرے میں رکھنے کے لیے نکاح کو مشروع فرمایا اور ناجائز تعلقات کے تمام راستوں کو بند کیا۔ نکاح دراصل معاشرے میں عفت و عصمت کے تحفظ اور اخلاقی نظم و ضبط قائم رکھنے کا ذریعہ ہے۔جب نکاح کا نظام عام اور مضبوط ہوتا ہے تو اس کے نتیجے میں زنا جیسے فتنوں کا خاتمہ اور معاشرتی پاکیزگی کا فروغ ہوتا ہے۔ نکاح کی عظمت اور اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید میں اللہ رب العزت نے کسی خونی یا نسبی رشتے کو براہِ راست اپنی "نشانی" (آیت) قرار نہیں دیا، لیکن میاں بیوی کے رشتے کو اپنی قدرت اور رحمت کی عظیم نشانیوں میں شمار فرمایا ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ازدواجی رشتہ الٰہی نظام اور حکمت پر مبنی تعلق ہے، جس کے ذریعے انسانی زندگی میں سکون، محبت اور رحمت پیدا ہوتی ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ ٱلسَّمَاوَاتِ وَٱلأَرْضِ وَٱخْتِلاَفُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِى ذٰلِكَ لآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ[8]

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو، اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔ یقیناً اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔"

ولادتِ اولاد عورت کا بنیادی کام۔۔۔؟؟:

اگر بالفرض جدید فکر کے مطابق مرد و عورت کو امورِ خارجہ میں برابر (equal participation) تسلیم کر لیا جائے اور عورت کو اس کی فطری ذمہ داریوں یعنی ولادتِ اطفال، رضاعت اور امورِ خانہ داری سے مکمل طور پر آزاد کر دیا جائے تو اس کا نتیجہ پورے خاندانی، سماجی اور معاشرتی نظام میں شدید عدم توازن اور بگاڑ کا سبب بنے گا۔ کیونکہ خاندان ہی معاشرے کی بنیادی اکائی ہے، اور اس اکائی کا استحکام ہی پورے تمدن کے استحکام کی ضمانت ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا کا نظام نسلِ انسانی کے تسلسل کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک بنی نوع انسان کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ نسلوں کا تسلسل ایک فطری حقیقت ہے جس کے ذریعے ایک نسل کی ذمہ داریاں دوسری نسل کو منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ اب اگر یہ تصور کر لیا جائے کہ ولادتِ اطفال عورت کی بنیادی ذمہ داری نہیں ہے اور اسے مکمل طور پر امورِ خارجہ میں مصروف کر دیا جائے، تو بنیادی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نئی نسل کی پیدائش اور پرورش کا فطری اور بنیادی نظام کہاں سے پورا ہو گا؟

اگر یہ فطری ذمہ داری غیر مؤثر یا غیر ضروری قرار دے دی جائے تو انسانی تسلسل اور معاشرتی بقا کا نظام شدید خطرے سے دوچار ہو جائے گا۔ اس لیے فطرت، عقل اور معاشرتی حقیقت تینوں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عورت کے مخصوص فطری فرائض کو محض سماجی تصور یا جدید فکر کی بنیاد پر نظرانداز نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ انہی فرائض پر انسانی تمدن کی بقا اور توازن قائم ہے۔

وجودِ مقصدیت بنی نوع انسانی:

اللہ تعالیٰ نے اپنی نیابت و خلافت کیلئے انسان کو تخلیق فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي ٱلْأَرْضِ خَلِيفَةً[9]

"اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب۔"

یہ خلیفہ اگر نظامِ فطرت کے مطابق متوازن خدمات انجام دے تو اس کے مثبت اثرات صرف انسانوں تک محدود نہیں رہتے بلکہ حیوانات، چرند و پرند سمیت پوری کائنات اس سے مستفید ہوتی ہے۔ انسانی اعمال، چاہے وہ خیر پر مبنی ہوں یا شر پر، اپنے اثرات کے اعتبار سے پوری دنیا کے نظام پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس حقیقت کی طرف قرآنِ مجید بھی رہنمائی فرماتا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ظَهَرَ ٱلْفَسَادُ فِي ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي ٱلنَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ ٱلَّذِي عَمِلُوا۟ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ[10]

"پھیل پڑی ہے خرابی جنگل میں اور دریا میں لوگوں کے ہاتھ کی کمائی سے چکھنا چاہیے انکو کچھ مزہ انکے کام کا تاکہ وہ پھر آئیں۔"

انسان جب اچھی اقدار، مثبت روایات اور صالح رویوں کو دنیا میں فروغ دیتا ہے تو اس کے نتیجے میں معاشرے میں توازن، اعتدال اور ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اگر انسان کو اس کی بنیادی فطری اور وجودی مقصدیت سے ہٹا دیا جائے، اور نسلِ انسانی کی تربیت و پرورش جیسے بنیادی نظام کو کمزور یا غیر مؤثر بنا دیا جائے، تو اس کا لازمی نتیجہ معاشرتی بگاڑ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں خاندان کا ادارہ کمزور پڑتا ہے، اقدار ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتی ہیں، اور رفتہ رفتہ پورے معاشرے میں عدم توازن اور فساد جنم لیتا ہے، جو خشکی و تری یعنی بحر و بر ہر جگہ اپنے اثرات چھوڑتا ہے۔

عورت تخلیقِ بشریت کا محل:

اللہ تعالیٰ نے عورت کی تخلیق کے بنیادی مقاصد کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ :

هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَماً تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلاً خَفِيفاً فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّآ أَثْقَلَتْ دَّعَوَا ٱللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحاً لَّنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّاكِرِينَ[11]

"وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے اور اسی سے بنایا اس کا جوڑا تاکہ اس کے پاس آرام پکڑے، پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا حمل رہا ہلکا سا حمل تو چلتی پھرتی رہی، اس کے ساتھ ، پھر جب بوجھل ہو گئی تو دونوں نے اللہ کو پکارا اپنے رب کو کہ اگر تو ہم کو بخشے گا ، بھلا تو ہم تیرا شکر کریں۔"

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ عورت کے مقصدِ وجودیت میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ اس کا وجود سراپا محبت و مودّت ہو جو شوہر کو سکون و چین مہیا کرے دوسری بات اسی آیت میں اولاد کا بھی تذکرہ ہے کہ یہ عورت کا وظیفۂ حیات ہے۔

دوسری جگہ تخلیقِ بشریت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ :

يٰأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَآءً[12]

"اے لوگو! ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور اسی سے پیدا کیا اس کا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے مرد اور عورتیں۔"

اس آیتِ مبارکہ میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کے ذریعے نسلِ انسانی کی ابتداء اور اولادِ آدم کے سلسلے کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انسانی زندگی اور نسل کا نظام اتفاقی عمل نہیں بلکہ ایک منظّم اور الٰہی منصوبے کے تحت قائم کیا گیا ہے۔ بظاہر یہ سلسلہ صرف حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ تک محدود نہیں بلکہ پوری انسانی تاریخ کے لیے ایک بنیادی اصول کی حیثیت رکھتا ہے، جس کے مطابق مرد و عورت کے باہمی تعلق سے ہی نسلِ انسانی کا تسلسل قائم رہتا ہے۔ اس پس منظر میں یہ بات بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ آمنہ ودود کا یہ کہنا کہ قرآنِ مجید میں عورت کے بنیادی کردار کے طور پر ماں بننے کا واضح تذکرہ موجود نہیں، ایک محلِ نظر موقف ہے۔ کیونکہ اگر حقیقتِ حال پر غور کیا جائے تو بنیادی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بچے کی پیدائش کا اصل محل کیا ہے؟

واضح اور فطری جواب یہی ہے کہ انسانی تخلیق کا ابتدائی مرحلہ اور بچے کی نشوونما کا بنیادی مرکز رحمِ مادر ہے، جہاں نو ماہ کے تدریجی عمل کے ذریعے ایک مکمل انسانی وجود تشکیل پاتا ہے۔ یہ حقیقت سائنسی اعتبار سے مسلّم ہے اور قرآنِ مجید میں بھی مختلف مقامات پر انسانی تخلیق کے اس مرحلہ وار نظام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جہاں ماں کے وجود کو تخلیقِ انسانی کے ایک بنیادی اور مرکزی وسیلے کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ ماں بننا عورت کے بنیادی کردار سے غیر متعلق ہے، قرآن کے بیان کردہ تخلیقی، فطری اور عملی نظامِ حیات کے مجموعی فہم سے ہم آہنگ دکھائی نہیں دیتا۔

وَٱللَّهُ أَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لاَ تَعْلَمُونَ شَيْئاً وَجَعَلَ لَكُمُ ٱلْسَّمْعَ وَٱلأَبْصَارَ وَٱلأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ[13]

"اور اللہ نے تم کو نکالا تمہاری ماں کے پیٹ سے نہ جانتے تھے تم کسی چیز کو اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل، تاکہ تم احسان مانو۔"

اور دوسری جگہ جنین کے مختلف ادوار کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ :

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِن كُنتُمْ فِى رَيْبٍ مِّنَ ٱلْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَٰكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِن مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِى ٱلْأَرْحَامِ مَا نَشَآءُ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوٓا۟ أَشُدَّكُمْ[14]

"ہم نے تم کو بنایا مٹی سے پھر قطرہ سے، پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کی بوٹی نقشہ بنی ہوئی سے اور بدون نقشہ بنی ہوئی سے، اس واسطے کہ تم کو کھول کر سناویں اور ٹھہرا رکھتے ہیں ہم پیٹ میں جو کچھ چاہیں ایک وقت معین تک، پھر تم کو نکالتے ہیں لڑکا پھر جب تک کہ پہنچو اپنی جوانی کے زور کو۔"

قرآن پاک میں مذکور واضح آیات جو اظہر من الشمس ہیں۔ جن سے عورت کے بنیادی کردار کا تعین بآسانی کیا جا سکتا ہے کہ عورت کا بہترین روپ ماں بننا ہے۔

عورت کا کمال:

بچے پیدا کرنا عورت کے لیے ایک عظیم اعزاز اور کمال کا سبب ہے۔ اسلام نے خاندانی نظام کو غیر معمولی اہمیت دی ہے اور اولاد کی تربیت و پرورش کو والدین کے لیے نہایت فضیلت والا عمل قرار دیا ہے۔ خصوصاً ماں کے کردار کو اسلامی تعلیمات میں جو مقام حاصل ہے، وہ کسی اور رشتے کو نصیب نہیں ہوا۔ عورت کے تمام رشتوں میں ماں کا رشتہ سب سے زیادہ عظمت، احترام اور قربت کا حامل ہے۔ اسلام نے ماں کے مقام کو اس قدر بلند کیا ہے کہ جنت کو ماں کے قدموں تلے قرار دیا گیا ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ انسانی تربیت اور اخلاقی تشکیل میں ماں کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے طرزِ عمل سے بھی اس حقیقت کی تائید ہوتی ہے کہ والدہ کا حق انتہائی عظیم ہے؛ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر نماز کے دوران میری والدہ مجھے آواز دیتیں تو میں نماز توڑ کر ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ اسی طرح ایک صحابی کے سوال پر کہ سب سے زیادہ حق کس کا ہے، آپ ﷺ نے تین مرتبہ ماں کا ذکر فرمایا اور چوتھی مرتبہ والد کا حق بیان فرمایا۔ یہ حقیقت بھی قابلِ غور ہے کہ دنیا میں جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے، انہوں نے انسانیت کو امن، عدل اور خیر کا پیغام دیا۔ ان عظیم ہستیوں کی پرورش اور تربیت براہِ راست ان کی ماؤں کے ہاتھوں ہوئی، جنہوں نے ان کی ابتدائی نشوونما اور اخلاقی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اس لحاظ سے انبیاء کرام علیہم السلام کے پیغامِ ہدایت وامن کے فروغ میں ان کی ماؤں کی تربیت کا اثر بھی نمایاں طور پر شامل ہے۔

لہٰذا ماں کا کردار فطری اور سماجی اعتبار سے اہم ہے اور دینی اور اخلاقی اعتبار سے بھی انسانی معاشرے کی بنیادوں میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے، اور اولاد کی پیدائش و پرورش اسی عظیم ذمہ داری کا تسلسل ہے جو ایک بلند مرتبہ اور کمال کی علامت ہے۔

دوسرا اشکال:

آمنہ ودود ایک اہم نکتہ یہ پیش کرتی ہیں کہ بچوں کی پرورش اور دیکھ بھال کو صرف عورت، خصوصاً ماں کی فطری اور دائمی ذمہ داری قرار دینا ایک محدود تصور ہے۔ اس نقطۂ نظر کے مطابق عورت کی شناخت کو اگر صرف تولید (reproduction) اور بچوں کی نگہداشت تک محدود کر دیا جائے تو یہ اس کی انسانی حیثیت اور وسیع تر سماجی کردار کو محدود کرنے کے مترادف ہوگا۔ ان کے

نزدیک اس طرزِ فکر میں ایک طرح کا عدمِ توازن پایا جاتا ہے، جس کے تحت ذمہ داریوں کی تقسیم میں مرد کو نسبتاً زیادہ آزاد اور عورت کو زیادہ پابند سمجھ لیا جاتا ہے۔

آمنہ ودود لکھتی ہیں کہ:

"Child caring is not an eternal characteristic of all females."[15]

"بچوں کی دیکھ بھال کرنا تمام خواتین کی ابدی خصوصیت نہیں ہے۔"

تنقیدی جائزہ:

بالفعل عورتوں سے ولادتِ اطفال اور ان کی پرورش کی ذمہ داری کو جدا کرنے کا کیا مفہوم ہے؟ یہ ایک بنیادی سوال ہے جس پر غور ضروری ہے۔ فکرِ جدید کے مطابق عورت کی بنیادی ذمہ داری کو اکثر اس کے فطری، حیاتیاتی اور خاندانی کردار سے ہٹا کر زیادہ تر معاشی اور سماجی سرگرمیوں تک محدود یا منتقل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس تصور میں عورت کی اصل شناخت پر بحث پیدا ہو جاتی ہے کہ آیا اس کی بنیادی ذمہ داری معاشی و سماجی سرگرمیاں نہیں بلکہ گھر اور نسلِ انسانی کی بقا ہے۔ جبکہ اگر انسانی فطرت اور معاشرتی حقیقت کو دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورت کا طبعی مزاج، اس کے احساسات اور جذبات اسے نکاح، اولاد اور خاندانی نظام کی طرف مائل رکھتے ہیں۔ ماتا اس کی فطرت کا ایک لازمی اور نمایاں پہلو ہے، جو کسی مصنوعی تعلیم یا سماجی دباؤ کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک فطری حقیقت ہے۔ اسی لیے عام مشاہدہ بھی یہی بتاتا ہے کہ اولاد جوں جوں بڑی ہوتی ہے، ماں کے وقار، عزت اور سماجی مقام میں اضافہ ہوتا ہے، نہ کہ کمی۔ بچے ماں کے لیے بوجھ یا ذمہ داری کے بجائے اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون قرار پاتے ہیں۔

یہی تصور قرآن وسنت کی روح سے بھی ہم آہنگ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد حضرت مریم علیہا السلام کو جو تسلی اور رہنمائی عطا کی گئی:

فَكُلِي وَٱشْرَبِي وَقَرِّي عَيْناً[16]

"اب کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ۔"

فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلاَ تَحْزَنَ[17]

"پھر ہم نے پہنچا دیا اس کو اس کی ماں کی طرف کہ ٹھنڈی رہے اس کی آنکھ اور غمگیں نہ ہو۔"

بچے کی پیدائش کے بعد اس کی صحیح نگہداشت اور ابتدائی تربیت میں ماں کا کردار نہایت بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ ماں کی شفقت، قربت اور جذباتی وابستگی وہ عناصر ہیں جو بچے کی جسمانی نشوونما کے ساتھ ساتھ اس کی ذہنی اور نفسیاتی تربیت میں بھی کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محض سہولتی نظام، جیسے بے بی ڈے کیئر سینٹرز یا گھروں میں آیا رکھنا، اس فطری اور ہمہ جہت تعلق کا مکمل نعم البدل نہیں بن سکتے۔ یہ انتظامات وقتی سہولت تو فراہم کر سکتے ہیں، لیکن ماں کی جگہ پوری طرح نہیں لے سکتے۔

البتہ اسلام اور عقلِ سلیم دونوں اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ اولاد کے معاملے میں توازن اور حکمت کو ملحوظ رکھا جائے۔ بچوں کے درمیان مناسب وقفہ، میاں بیوی کی باہمی مشاورت سے اولاد کی منصوبہ بندی، اور خصوصاً ماں کی صحت کا خیال رکھنا نہایت

ضروری ہے۔ عورت کو بچے پیدا کرنے والی مشین سمجھنا ایک غیر انسانی اور غیر اسلامی رویہ ہے، اسی طرح بیٹی کی پیدائش پر طعن و تشنیع یا ناراضی کا اظہار بھی جاہلانہ سوچ کی عکاسی کرتا ہے، جس کی اسلام سختی سے نفی کرتا ہے

آمنہ ودود لکھتی ہے کہ بہت چھوٹے بچے کی بنیادی پرورش بھی اختیاری ہے:

"If instead a couple or a mother decides to give(the) children out to nurse,it is no sin for you.[2:223]Thus the basic nursuring of even the very young child is optional."[18]

"پھر اگر کوئی جوڑا یا ماں یہ فیصلہ کرے کہ بچے کو دودھ پلانے کے لیے کسی اور کے سپرد کر دے تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ [2:223] اس طرح بہت چھوٹے بچے کی بنیادی پرورش بھی اختیاری قرار دی گئی ہے۔"

یہ تصور فطری نظامِ تربیت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ بچے کی ابتدائی زندگی، خصوصاً شیر خوارگی کا زمانہ، ایسی حساس اور نازک مرحلہ ہوتا ہے جہاں ماں کی موجودگی، اس کی توجہ اور محبت ناگزیر ہوتی ہے۔ اس مرحلے کو ایک اختیاری ذمہ داری سمجھنا بچے کی متوازن نشوونما کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے اور کہ خاندانی نظام کی جڑوں کو بھی کمزور کر سکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بچے کی پرورش (تربیت و نگہداشت) اور رضاعت (دودھ پلانا) دو الگ اور مستقل امور ہیں، جنہیں ایک ہی مفہوم میں لینا درست نہیں۔ آمنہ ودود نے اسی مقام پر خلطِ مبحث کیا ہے کہ رضاعت سے متعلق آیت کو عمومی پرورش کے مفہوم پر محمول کر لیا، حالانکہ قرآنِ مجید میں یہ حکم ایک خاص سیاق و سباق میں بیان ہوا ہے۔[19]

اصل میں رضاعت والی آیات کا تعلق اس صورتِ حال سے ہے جب میاں بیوی کے درمیان ناچاقی ہو جائے، یا کسی وجہ سے ماں کے لیے بچے کو دودھ پلانا ممکن نہ رہے—مثلاً طبّی عذر یا دیگر مجبوری۔ ایسی صورت میں شریعت نے بچے کے حق کو محفوظ رکھنے کے لیے باپ پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ بچے کے لیے دودھ پلانے کا متبادل انتظام کرے، یعنی کسی دایہ (نرس) کا بندوبست کرے۔ لہٰذا اس آیت کا مقصد یہ نہیں کہ بچے کی مکمل پرورش اور تربیت کو "اختیاری" قرار دے دیا گیا ہے، بلکہ صرف رضاعت کے مخصوص پہلو میں سہولت اور گنجائش بیان کی گئی ہے۔ پرورش، تربیت، شفقت اور ابتدائی نشوونما ایک وسیع اور ہمہ جہت ذمہ داری ہے، جسے محض رضاعت پر قیاس کر کے اختیاری قرار دینا درست استدلال نہیں۔

تیسرا اشکال:

آمنہ ودود کا تیسرا اشکال یہ ہے کہ ورکنگ وومن پر گھر کی ساری ذمہ داری ڈالنا غیر منصفانہ رویہ ہے۔ آمنہ ودود لکھتی ہیں کہ:

"In families wher both husband and wife are providing for the material maintenance of the family,it is an unfair burden for the woman to be solely charged with all housework."[20]

"ایسے خاندانوں میں جہاں میاں اور بیوی دونوں گھر کے معاشی اخراجات میں حصہ ڈال رہے ہوں، یہ ایک غیر منصفانہ بوجھ ہے کہ گھر کے تمام کاموں کی ذمہ داری صرف عورت پر ڈال دی جائے۔"

تنقیدی جائزہ:

فطری تقسیمِ کار کے پیشِ نظر مرد اور عورت دونوں کے ذمے الگ الگ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ یہ تقسیم کسی امتیاز یا برتری کی بنیاد پر نہیں بلکہ انسانی فطرت، صلاحیت اور معاشرتی توازن کے تقاضوں کے مطابق ہے۔ یہاں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ ذمہ داری (فرض) اور احسان (تعاون و اضافی خدمت) دو مختلف چیزیں ہیں۔اگر مرد و عورت میں سے کوئی ایک اپنی اصل ذمہ داری کو احسن انداز سے ادا کرتے ہوئے دوسرے کے دائرۂ کار میں، شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے، تعاون کرے تو یہ یقیناً احسان اور حسنِ معاشرت کی علامت ہے، جس سے گھر کا ماحول بہتر ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہی "احسان" اپنی بنیادی ذمہ داریوں میں خلل ڈالنے لگے تو وہ احسان نہیں رہتا بلکہ عدمِ توازن کا سبب بن جاتا ہے۔

اسی طرح اپنی اصل ذمہ داریوں کو نظرانداز کر کے صرف اضافی کردار ادا کرنے کی کوشش کرنا دانشمندی نہیں بلکہ ایک طرح کی بے اعتدالی ہے، جس کا نقصان پورے خاندانی نظام کو متاثر کرتا ہے۔ اس لیے اصل حکمت یہی ہے کہ ہر فرد پہلے اپنی بنیادی ذمہ داری کو درست طریقے سے ادا کرے، اور پھر حالات کے مطابق ایک دوسرے کا تعاون کرے تاکہ خاندان توازن، سکون اور استحکام کے ساتھ آگے بڑھ سکے۔

مغالطہ: آمنہ ودود سورۂ نساء کی آیت 124 سے تقسیمِ کار مراد لیتی ہے۔[21]

جواب: آمنہ ودود سورۂ نساء میں مذکورہ آیتِ مبارکہ سے مرد وزن کے تقسیمِ کار کا استدلال کرنا:

وَمَن يَعْمَلْ مِنَ ٱلصَّالِحَاتِ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُوْلَٰئِكَ يَدْخُلُونَ ٱلْجَنَّةَ وَلاَ يُظْلَمُونَ نَقِيراً[22]

"اور جو کوئی کام کرے اچھے مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان رکھتا ہو سو وہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں اور ان کا حق ضائع نہ ہو گا تل برابر۔"

استدلال مع الفارق ہے۔ کیونکہ مذکورہ آیت مطلق عملِ صالح کے بارے میں ہے۔ تقسیمِ کار ذمہ داری ہے جبکہ عملِ صالح اختیاری ہوتا ہے۔ لہٰذا عملِ صالح والی آیت سے تقسیمِ کار کا استدلال غلط ہے۔ کیونکہ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔

اسلام کی روشنی میں عورت کی بنیادی ذمہ داریاں کیا ہیں، اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ قدرت نے عورت کے ذمے کتنی توجہ اور محنت و فکر کی ذمہ داریاں رکھی ہیں کہ ان ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے عورت امورِ خارجہ میں عمل دخل کر سکتی ہے یا نہیں؟؟

عورت کی اوّلین ذمہ داریاں (فرائض وواجبات):

سوال یہ ہے کہ عورت کی اندرونِ خانہ وہ کون سی ذمہ داریاں ہیں جن کے باعث اس سے بیرونِ خانہ کی ذمہ داری بطورِ اصل فریضہ ساقط سمجھی جاتی ہے؟ عورتوں کی خانگی ذمہ داریاں سورۃ النساء کی آیت 34 فَٱلصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ ٱللَّهُ[23] کے اس حصے میں بڑے جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں دو بنیادی صفات بیان کی گئی ہیں :**قانتات** اور **حافظات للغیب**۔ ان صفات میں عورت کے خاندانی کردار کی ایک جامع اور اصولی تصویر سامنے آتی ہے۔

قانتات سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اپنے گھریلو دائرۂ کار میں شوہر کے ساتھ تعاون، نظم اور اطاعت کا رویہ اختیار کرتی ہیں، یعنی خاندان کے اندر ایک منظّم اور پر امن نظام کو برقرار رکھتی ہیں۔ جب شوہر گھر میں موجود ہو تو اس اطاعت و ہم آہنگی کا اظہار عملی طور پر ہوتا ہے، جس سے گھر کا ماحول استحکام اور سکون کا مرکز بنتا ہے۔ اسی طرح **حافظات للغیب** سے مراد وہ ذمہ داری ہے جو شوہر کی غیر موجودگی میں ادا کی جاتی ہے، یعنی گھر، عزت، مال اور اولاد کی حفاظت، نگرانی اور دیکھ بھال۔ یہ ایک وسیع تر اخلاقی اور انتظامی ذمہ داری ہے، جس میں گھر کے نظام کو درست رکھنا اور اولاد کی فکری و اخلاقی نگہداشت شامل ہے۔

ان دونوں صفات کو سامنے رکھا جائے تو عورت کے گھریلو فرائض کی بنیادی جہتیں واضح ہو جاتی ہیں :

- اول : خاندانی نظم و ضبط اور شوہر کے ساتھ ہم آہنگی
- دوم : گھر، اولاد اور خاندانی امانت کی حفاظت و دیکھ بھال

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ اگر عورت اپنی ان بنیادی اور فطری ذمہ داریوں کو درست انداز میں ادا کرے تو عام حالات میں اس کے لیے بیرونِ خانہ ملازمت یا معاشی سرگرمی ایک ثانوی حیثیت اختیار کر لیتی ہے، کیونکہ گھریلو نظام بذاتِ خود ایک مستقل اور ہمہ وقتی ذمہ داری ہے۔ البتہ اگر گھر میں باہمی تعاون، افہام و تفہیم اور "احسان" کا ماحول موجود ہو تو شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے عورت اپنی صلاحیت، فہم اور تدبیر کے مطابق بیرونی ذمہ داریوں میں بھی حصہ لے سکتی ہے، بشرطیکہ اس سے اس کی بنیادی خاندانی ذمہ داریاں متاثر نہ ہوں۔

چوتھا اشکال:

واقعۂ مدین سے آمنہ ودود نے عورتوں کے کسبِ معاش کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ ان کے نزدیک بنات شعیبؑ کا واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورتیں گھریلو دائرے تک محدود نہیں بلکہ معاشی سرگرمیوں میں بھی عملی کردار ادا کر سکتی ہیں۔ آمنہ ودود لکھتی ہیں کہ :

"There is no indication that these women were immoral in their performance of this task,because fulfilling the tasks needed for survival takes precedence over determined roles."[24]

"اس بات کا کوئی اشارہ موجود نہیں ہے کہ ان عورتوں نے یہ کام (جانوروں کو پانی پلانے کا عمل) غیر اخلاقی انداز میں انجام دیا ہو، کیونکہ بقا اور ضرورتِ زندگی کے لیے ضروری کاموں کو انجام دینا طے شدہ (روایتی) کرداروں پر ترجیح رکھتا ہے۔"

تنقیدی جائزہ:

قرآنِ مجید میں بیان ہونے والا واقعۂ مدین حضرت شعیب علیہ السلام کے دور کا ہے، جہاں ان کی دو بیٹیاں اپنے مویشیوں کو پانی پلانے کے لیے باہر جاتی تھیں۔ چونکہ حضرت شعیب علیہ السلام عمر رسیدہ اور غالباً نابینا تھے، اور گھر میں کوئی مرد موجود نہ تھا جو یہ کام انجام دے سکتا، اس لیے یہ ذمہ داری ان کی بیٹیوں نے ادا کی۔ آمنہ ودود نے اس واقعے کو عورتوں کے کسبِ معاش کے جواز کے

طور پر پیش کیا ہے، لیکن یہ استدلال کئی پہلوؤں سے محلِ نظر ہے اور اسے **قیاس مع الفارق** کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس واقعے کو عمومی اصول بنا دینا درست منہجِ استدلال نہیں ہے۔

پہلی بات: یہ ایک استثنائی (exceptional) صورت ہے، اور استثنائی حالات کو عمومی قانون (general principle) پر قیاس کرنا علمی اصول کے مطابق درست نہیں۔ انسانی تہذیب میں جب بھی غیر معمولی حالات پیش آتے ہیں تو ان پر عمومی ضابطۂ حیات قائم نہیں کیا جاتا۔ اصولی احکام ہمیشہ معتدل اور عمومی حالات (normal environment) کو سامنے رکھ کر مرتب کیے جاتے ہیں۔ اگر کسی خاص علاقے، مجبوری یا وقتی صورتحال کو عمومی عورت کی معاشرتی ذمہ داری کی بنیاد بنا دیا جائے تو یہ انصاف اور علمی دیانت کے خلاف ہوگا۔ استثنا کو قاعدہ اور قاعدے کو استثنا بنا دینا اعتدال نہیں بلکہ فکری اختلاط ہے۔

دوسری بات: اسلام عورت کو اصولی طور پر گھر سے باہر کام کرنے سے منع نہیں کرتا، لیکن اس کے لیے کچھ شرعی حدود، اخلاقی اصول اور عملی تقاضے مقرر کیے گئے ہیں۔ دنیا میں تمام عورتوں کے حالات یکساں نہیں ہوتے، اس لیے کسی ایک واقعے کو مطلق حکم کے طور پر پیش کرنا درست منہج نہیں ہے۔ شریعت کا مزاج غیر معمولی حالات کے بجائے عمومی اصولوں پر قائم ہے۔

اسلام میں عورت کی ملازمت کی شرعی حیثیت: [25]

اسلام میں عورت کی ملازمت کی شرعی حیثیت ایک ایسا مسئلہ ہے جسے سمجھنے کے لیے اسلام کے خاندانی نظام، فطری تقسیمِ کار اور معاشرتی توازن کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ مغرب میں صنعتی انقلاب کے بعد معاشرتی ڈھانچے میں بڑی تبدیلیاں آئیں۔ وہاں خاندان کا روایتی نظام کمزور ہوا اور عورت کو معاشی طور پر مکمل طور پر خود مختار (financially independent) بنانے کا رجحان پیدا ہوا۔ اسی پس منظر میں یہ تصور بھی پروان چڑھا کہ عورت کی کفالت مرد پر لازم نہیں اور دونوں صنفیں معاشی میدان میں ایک جیسا کردار ادا کریں۔ اس تہذیبی تبدیلی کے اثرات بعد میں مشرقی معاشروں تک بھی پہنچے، جس کے نتیجے میں عورت کی ملازمت اور اس کے دائرۂ کار کا مسئلہ ایک اہم سماجی و دینی بحث بن گیا۔

مرد و عورت سے متعلق اسلام کا فطری اور متوازن تصور یہ ہے کہ دونوں کو ان کی صلاحیت، فطرت اور معاشرتی ضرورت کے مطابق الگ الگ دائرۂ کار میں ذمہ داریاں سونپی جائیں۔ اس نظام کا بنیادی مقصد زندگی کو سہل، منظّم اور بامقصد بنانا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق کسبِ معاش کی اصل ذمہ داری مرد پر رکھی گئی ہے، کیونکہ وہ خاندانی کفالت اور بیرونی ذمہ داریوں کا مکلّف ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَاةُ فَٱنتَشِرُواْ فِي ٱلْأَرْضِ وَٱبْتَغُواْ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ وَٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ كَثِيراً [26]

"پھر جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ کا اور یاد کرو اللہ کو۔"

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة[27]

"حلال رزق کی تلاش فرض کے بعد ایک اہم فریضہ ہے۔"

اس کے مقابلے میں عورت کو اسلام نے بنیادی طور پر گھر کے نظام کی نگہداشت، اولاد کی تربیت اور خاندانی استحکام کی ذمہ داری سونپی ہے۔ قرآنِ مجید میں ازواجِ مطہرات کو گھروں میں ٹھہرنے اور وقار کے ساتھ رہنے کی ہدایت دی گئی ہے:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ[28]

"اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ ٹھہرو اور زمانۂ جاہلیت کی طرح خود نمائی نہ کرو۔"

حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ:

والمرأةُ رَاعِيَة عَلٰی بيتِ زَوجِهَا[29]

اس فطری تقسیمِ کار کا نتیجہ یہ ہے کہ مرد بیرونی ذمہ داریوں کو سنبھالتا ہے جبکہ عورت اندرونی خاندانی نظام کی محافظ بنتی ہے۔ یہ تقسیم نہ کسی کمزوری کی علامت ہے اور نہ کسی امتیاز کی بنیاد، بلکہ دونوں کے لیے سہولت، توازن اور سکون کا ذریعہ ہے۔ جب ہر فرد اپنے دائرۂ کار میں ذمہ داری ادا کرتا ہے تو خاندان مستحکم ہوتا ہے اور پورا معاشرہ بھی اعتدال اور امن کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ عورت کے لیے کسبِ معاش مطلقاً ناجائز نہیں ہے، بلکہ شریعت نے اصولی طور پر بعض حدود و قیود کے ساتھ اس کی اجازت دی ہے۔ فقہائے کرام نے قرآن و سنت سے استنباط کرتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ عورت اپنی ضرورت، حالات اور شرعی ضوابط کی پابندی کے ساتھ مختلف معاشی و سماجی میدانوں میں حصہ لے سکتی ہے۔ عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین کے عملی کردار سے بھی اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، جیسے زخمیوں کا علاج کرنا، زراعتی امور میں مدد دینا، جانوروں کی دیکھ بھال کرنا اور سوت کاتنے جیسے گھریلو و معاشی کام انجام دینا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے عورت کو محنت اور معاشی سرگرمی سے کلیتاً روکا نہیں، بلکہ اس کے دائرۂ کار کو اخلاقی اور شرعی اصولوں کے ساتھ متوازن رکھا ہے۔ اسی طرح وہ معاشی شعبے جن میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں، جیسے اجارہ، مزارعت، مضاربت، خرید و فروخت، تدریس، اور میڈیکل وغیرہ، ان میں عورت بوقتِ ضرورت اور مناسب حالات میں خدمات انجام دے سکتی ہے۔ بعض اوقات عورت کی ملازمت نہ صرف اس کی ذاتی یا خاندانی ضرورت پوری کرتی ہے بلکہ معاشرے کے لیے بھی مفید ثابت ہوتی ہے، جیسے تعلیم اور صحت کے شعبے۔

خواتین کے کسبِ معاش کی بنیادی شرائط یہ ہیں:

1. پردے کے احکام کی مکمل رعایت
2. غیر محرم مردوں کے اختلاط سے اجتناب
3. ولی یا سرپرست کی اجازت اور مشاورت

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ اصل اور افضل صورت فطری تقسیمِ کار ہی ہے، جس میں عورت اپنے گھریلو اور خاندانی فرائض کو ترجیح دے۔ تاہم اگر واقعی ضرورت پیش آئے تو شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اور سرپرست کی اجازت سے عورت کے لیے ملازمت کی گنجائش موجود ہے۔ اور اگر ضرورت نہ ہو اور گھر کے اخراجات باوقار انداز میں پورے ہو رہے ہوں تو پھر عورت کا اصل دائرۂ کار گھر اور خاندانی نظام کی نگہداشت ہی ہے، جس میں توازن اور استحکام برقرار رکھنا زیادہ بہتر اور مطلوب ہے

نتائج (Conclusions):

1. آمنہ ودود کا فکری منہج قرآنِ مجید کی تعبیر میں "صنفی مساواتِ مطلق (absolute gender equality) " کے تصور پر قائم ہے، جس کے نتیجے میں وہ بعض قرآنی تصورات جیسے مادری کردار، قوامیت اور خاندانی تقسیمِ کار کو جدید سماجی نظریات کی روشنی میں از سر نو معنی پہنانے کی کوشش کرتی ہیں۔
2. عورت کی فطری ذمہ داری خصوصاً ماں بننے کے حوالے سے قرآن وسنت میں اگرچہ اس کو اصطلاحی انداز میں محدود تعریف کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا، لیکن تخلیقِ انسانی کے عملی، حیاتیاتی اور اخلاقی نظام میں ماں کے کردار کو بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس لیے اسے غیر لازمی یا ثانوی کردار قرار دینا اسلامی تصورِ خاندان کے مجموعی فہم سے ہم آہنگ نہیں۔
3. واقعۂ مدین اور دیگر تاریخی مثالوں سے عورت کے معاشی کردار پر استدلال، عمومی اصول (general rule) کی بجائے استثنائی حالات (exceptional circumstances) پر مبنی ہے۔ اس بنا پر ان واقعات کو عورت کے عمومی معاشی کردار کے لیے مستقل فقہی یا سماجی بنیاد بنانا اصولِ استدلال کے خلاف ہے۔
4. اسلام کا خاندانی نظام ایک واضح اور متوازن تقسیمِ کار (functional distribution of roles) پر قائم ہے، جس میں مرد کو بیرونی کفالت اور عورت کو داخلی خاندانی نظم و نسق کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔
5. ذمہ داریوں کی یہ فطری تقسیم کسی درجہ بندی یا برتری کی علامت نہیں بلکہ عملی حکمت، فطری مناسبت اور سماجی توازن کا اظہار ہے۔
6. اسلام عورت کے لیے کسبِ معاش کو مطلقاً ممنوع قرار نہیں دیتا، بلکہ ضرورت، حالات اور شرعی حدود کی رعایت کے ساتھ اس کی گنجائش موجود ہے۔ تاہم اسے "اصل ذمہ داری" یا "بنیادی فریضہ" قرار دینا اسلامی نظامِ حیات کے عمومی مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا۔
7. معاصر فیمنسٹ تعبیرات اور کلاسیکی اسلامی نصوص کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ جدید تعبیرات اکثر فردی آزادی اور صنفی مساوات کو مرکز بناتی ہیں، جبکہ اسلامی نصوص خاندان، فطرت اور اخلاقی توازن کو مرکزی حیثیت دیتی ہیں۔ یہی فرق اس پورے فکری اختلاف کی بنیاد ہے۔

تجاویز (Recommendations) :

1. معاصر اسلامی فکری مباحث میں قرآن وسنت کی تعبیر کے لیے "مقاصدی مطالعہ (Maqasid-based approach) " کو فروغ دیا جائے، تاکہ نصوصِ شرعیہ کو ان کے مجموعی سیاق، داخلی ہم آہنگی اور فطری نظام کے ساتھ سمجھا جا سکے۔

2. جامعات، دینی مدارس اور تحقیقی اداروں میں "اسلامی فیمنزم" اور معاصر خواتین سے متعلق فکری مباحث پر سنجیدہ، متوازن اور تنقیدی مطالعہ کو نصاب اور تحقیقی سرگرمیوں کا حصہ بنایا جائے، تاکہ طلبہ و محققین جذباتی ردِ عمل کے بجائے علمی تجزیے کی صلاحیت پیدا کر سکیں۔
3. عورت کے مقام، حقوق اور ذمہ داریوں کے حوالے سے اسلامی تصور کو دفاعی انداز میں پیش کرنے کے بجائے ایک مثبت، تعمیری اور فکری طور پر مضبوط بیانیے (intellectual narrative) کی صورت میں پیش کیا جائے، تاکہ جدید فکری چیلنجز کا مدلل جواب دیا جا سکے۔
4. میڈیا، تعلیمی اداروں اور خطابت کے میدان میں خاندانی نظام، مادری کردار اور فطری تقسیمِ کار کی اہمیت کو مؤثر انداز میں اجاگر کیا جائے، کیونکہ موجودہ دور میں یہی ادارے فکری تشکیل میں بنیادی کردار ادا کر رہے ہیں۔
5. عورت کی ملازمت اور معاشرتی کردار کے حوالے سے اعتدال پر مبنی فقہی و اخلاقی رہنمائی کو عام کیا جائے، تاکہ نہ تو اسے مطلق آزادی کے نام پر فطری ذمہ داریوں سے دور کیا جائے اور نہ ہی غیر ضروری طور پر محدود کیا جائے۔
6. آمنہ ودود اور دیگر معاصر مفکرین کے افکار کا مطالعہ جذباتی مخالفت کے بجائے علمی دیانت، حوالہ جاتی تحقیق اور تقابلی مطالعہ (comparative study) کے اصولوں کے تحت کیا جائے، تاکہ علمی دنیا میں متوازن مکالمہ فروغ پا سکے۔
7. خاندانی نظام کے استحکام کے لیے مرد و عورت کے باہمی حقوق و فرائض کے شعور کو معاشرتی سطح پر مضبوط کیا جائے، خصوصاً نوجوان نسل میں اس بات کی آگاہی دی جائے کہ خاندانی ذمہ داریاں فطری توازن کا حصہ ہیں۔

---

[1] آمنہ دود: معاصر مسلم مفکرہ اور اسلامی مطالعات کی ماہر ہیں، جنہوں نے بالخصوص قرآن کی تفسیر اور نسوانی مطالعہ (feminist interpretation of Islam) کے حوالے سے نمایاں علمی کام کیا ہے۔ وہ امریکہ کی متعدد جامعات میں اسلامیات اور مذہبی مطالعات کی تدریس سے وابستہ رہی ہیں۔ ان کا اہم علمی حوالہ قرآن کی تعبیر میں صنفی مساوات (gender equality) کے جدید مباحث کو اسلامی نصوص کے تناظر میں پیش کرنا ہے، جس کے باعث وہ مسلم دنیا میں ایک متنازع مگر بااثر فکری شخصیت کے طور پر جانی جاتی ہیں۔

[2] مجموعة من المؤلفين، مجلة البيان، (ط: غير معلوم)ج8،ص51

[3] B.Jowtt, **The politics of Aristotle Vol II**, Part I(London:Oxford Unv. Press 1885)p:175

[4] سورۃالتکویر: 81:8, 9

[5] سورۃالنساء: 4:1

[6] سورۃالتوبۃ: 9:71

[7] Amina Wadud, **Quran & Woman: Rereading the Sacred Text from a Woman's Perspective**,New york Oxford ,University Press 1999,p:62

[8] سورۃالروم 30:21

[9] سورۃالبقرۃ 2:30

[10] سورۃالروم 30:41

[11] سورۃالاعراف 7:189

[12] سورۃالنساء 4:1

[13] سورۃالنحل 16:78

[14] سورۃالحج 22:5

[15] Amina Wadud, **Quran & Woman: Rereading the Sacred Text from a Woman's Perspective**,New york Oxford ,University Press 1999,p:89.

[16] سورۃمریم 19:26

[17] سورۃالقصص 28:13

[18] Amina Wadud, **Quran & Woman: Rereading the Sacred Text from a Woman's Perspective**,New york Oxford ,University Press 1999,p:90.

[19] سورۃالبقرۃ 2:233

[20] Amina Wadud, **Quran & Woman: Rereading the Sacred Text from a Woman's Perspective**,New york Oxford ,University Press 1999,p:90

[21] Ibid

[22] سورۃالنساء 4:124

[23] سورۃالنساء 4:34

[24] Amina Wadud, **Quran & Woman: Rereading the Sacred Text from a Woman's Perspective**,New york Oxford ,University Press 1999,p67

[25] خواتین کی ملازمت کے عنوان کی ترتیب میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی کتاب 'خواتین کی ملازمت' سے استفادہ کیا ہے۔

[26] سورۃالجمعۃ 62:10

[27] سنن البیہقی الکبریٰ، بیہقی، احمد بن حسین، مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ، 1993ء/1414ھ، رقم الحدیث 11475، ج6، ص128

[28] سورہ الاحزاب 33:33

[29] الصحیح البخاری، بخاری، محمد بن اسماعیل، دار طوق النجاۃ، 2001ء/1422ھ، حدیث 5200، ج7، ص31